غزوہ بدر میں صحابہ کرامؓ کے مشورہ کی ایک روایت پر نقد ونظر

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی *

اہل سیر اور محدثین کرام دونوں کا اتفاق ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے غزوہ بدر سے قبل مشورہ فرمایا۔ صحابہ کرام سے مشورہ کا موقعہ یہ تھا کہ آپؐ تین سو تیرہ جان نثاروں'' کا قافلہ'' قریش کے کاروانِ تجارت کو روکنے کے لئے لے کر نکلے تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر کئی منزلیں طے کرنے پر خبر ملی کہ قریشی کا روانِ تجارت تو نکل گیا۔ اب اس کا روانِ قوم کی حفاظت کے لئے مکہ مکرمہ سے آنے والے ہزار نفری اور ہر طرح سے لیس لشکر کا سامنا ہے حضراتِ صحابہ کرام سے اس مشکل موقعہ پر مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ سب کا عزم مصمم تھا کہ لشکر کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس موقعہ خاص پر حضرت مقداد بن عمرو بہرانی قضاعی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ ''اے موسیٰ! تم جاؤ اور تمہارا رب، تم دونوں لڑو، ہم تو یہیں (کذا) بیٹھے ہیں۔ بلکہ (اے اللہ کے رسول! ﷺ) آپ (جنگ کے لئے نکلیے) ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے ہر طرف سے لڑیں گے۔ رسول اللہ ﷺ اس تقریر سے بہت خوش ہوئے، خوشی سے آپ ﷺ کا چہرہ چمکنے لگا''۔ جناب مسعود احمد کا اردو ترجمہ بخاری کی حدیث نمبر ۳۹۵۲ کا ہے اور اس کا متن حسب ذیل ہے:

''حدثنا أبو نعيم حدثنا إسراء يل عن مخارق عن طارق بن شهاب قال: سمعت ابن مسعود يقول : شهدت من المقدادبن الأسودمشهدًا لأن أكون صاحبه أحبّ إلَيّ مماعُدِل به: أتي النبيّ ﷺ وهويدعوعلى المشركين فقال: لانقول كما قال قوم موسىٰ:'' اذهب انت وربک فقا تلا'' [المائده : ٢٤] ولكنا نقاتل عن يمينک وعن شمالک وبين يديک وخلفک فرأيت النبی ﷺ أشرق وجهه وسرَّهُ يعني قوله . (١)

---

* سابق ڈائریکٹر، ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، انڈیا۔

متن وسندِ حدیث میں راوی صحابی کا اسم گرامی حضرت مقداد بن اسودؓ ہے مگر ان کے والد کا اصل نام عمرو تھا جو قبیلہ قضاعہ کی شاخ بہراء سے تعلق ہونے کے سبب بہرانی قضاعی کہلاتے تھے۔ (۲) اس کے مطابق وہ مقداد بن الأسود کے نام سے معروف تھے کیونکہ وہ قریش کے ایک سردار اسود بن عبد یغوث زہری کے حلیف و متبنّٰی تھے، قدیم الاسلام تھے، مہاجر حبشہ و مدینہ تھے اور بدری تھے۔ انھوں نے یہ مشورہ رسول اکرم ﷺ کو دیا تھا۔ یعنی حدیث بخاری نمبر ۳۹۵۲ میں مقداد بن اسود سے یہی مہاجر بہرانی قضاعی مراد ہیں۔ اسد الغابہ اور اصابہ میں صرف ان ہی مقداد بن عمرو کا ذکر ہے اور کسی دوسرے ہمنام کا نہیں ہے۔ ان کو کندی اس لئے کہا جاتا ہے کہ کندۃ سے ان کا حلف کا معاہدہ تھا۔ مسعود احمد نے اپنی صحیح تاریخ الاسلام کے تذکرۂ صحابہ میں ان کو انصاری بنا کر نسب لکھا ہے: حضرت مقداد بن عمرو الأسود کندی الأنصاری۔ (۳)

اور جنگ بدر کے حوالے سے ان کی اس حدیث کا ذکر بخاری مذکورہ بالا اور دوسرے ابواب کے حوالے سے ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اسم گرامی ''مقداد بن عمرو الکندی'' لکھا ہے جیسا کہ آگے ان کا ذکر خیر بعض روایات کے حوالے سے آرہا ہے۔ لیکن کندی کی نسبت صرف حلف کے معاہدہ کی وجہ سے ہے۔ اور وہ انصاری تو کسی طور نہ تھے۔ تمام روایات و تذکرے ان کو مہاجرین میں شمار کرتے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت مقداد بن عمرو بہرانی قضاعیؓ کی اس حدیث کا ذکر دوسرے ابواب میں بھی کیا ہے اور دوسرے محدثین کرام کے ہاں بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ فتح الباری اور دوسرے اہل سیر وغیرہ کے مباحث عالیہ میں موجود ہے۔ ان روایات واحادیث کا ذکر کچھ دیر بعد آتا ہے کہ اس ''حدیث مقداد'' کے مقامات ومواقع بھی مختلف و متعدد ہیں۔ بہرحال امام سیرت محمد بن اسحاق اور ان کے مرتِّب ومہذِّب امام ابن ہشام نے بھی حضرت مقدادؓ کے اس مشورہ کا ذکر اپنی اپنی روایات میں کیا ہے۔ ان میں بھی بعض مواقع و مقامات کا اختلاف ملتا ہے اور بعض اور مسائل بھی پائے جاتے ہیں۔

قدیم ترین مأخذِ سیرت حضرت عروۃ بن زبیر کی مغازی میں بھی یہ روایت ومشورہ حضرت مقداد بن عمرو عدید بنی زہرہ میں موجود ہے:

''إنّا لانقول لک کماقال أصحاب موسیٰ : فاذهب أنت وربک فقٰتلا إناههُنا قٰعدون [المائدۃ: ٢٤] ولکن اذهب إلخ'' ۔(٤)

ابن اسحاق/ابن ہشام نے سورۃ مائدہ :۲۴ کا حوالہ دیا ہے مگر ابن سعد کی روایت میں قوم موسیٰ اور سورہ کا حوالہ نہیں ہے۔(۵) ابن سحاق کی روایت دوسرے اہل سیر نے بھی نقل کی ہے۔ان میں امام ابن سیدالناس (محمد بن عبداللہ م۷۳۴ھ) بھی شامل ہیں۔اس میں مقام مشاورت زفران نامی وادی ہے جو عرق الظبیہ سے آگے تھی۔اس میں بنو اسرائیل کا مقالہ منقول ہے۔ابن اثیر نے سورہ وقوم موسیٰ کے حوالہ دیا ہے اور برک الغماد تک جانے کا ذکر کرکے اسے مدینہ الحبشہ قرار دیا ہے۔جبکہ حافظ ابن کثیرؒ نے بخاری،نسائی ،احمد کی احادیث کی بنا پر اس سورہ اور قوم موسیٰ کا حوالہ دیا ہے لیکن امام مسلم کی احادیث میں اس کے ذکر کی نفی کی ہے۔(۶)

حضرت عروہ،امام ابن اسحاق/ابن ہشام اور امام بخاری وغیرہ بنیادی مآخذ سے بعد میں تمام اہل سیر نے اس کونقل کیا ہے۔ان میں تمام متقدین ومتاخرین سیرت نگار بھی شامل ہیں۔بعض جامع محدثین اور ان کے شارحین کرام بھی شامل ہیں۔اور بعد کے متاخرین اہل سیر واہل حدیث بھی نقل درنقل کی سعادت رکھتے ہیں۔ان میں عربی اردو کے عبقری سیرت نگار بھی شامل ہیں۔سورۃ انفال اور غزوہ بدر سے متعلق آیاتِ کریمہ کی تشریح وتعبیر میں بعض مفسرین ومترجمین نے اس کونقل کیا ہے۔اسی طرح سورہ مائدۃ:۲۴ کی تشریح وتفسیر میں بھی متعدد مفسرین کرام نے غزوہ بدر کے موقعہ پر اس کے نقل کا ذکر کیا ہے۔حافظ ابن کثیرؒ نے مثلاً اسی زیر بحث آیت کریمہ کی تفسیر میں رسول اکرم ﷺ کی غزوہ بدر کے مرحلۂ آزمائش پر صحابہ کرامؓ سے مشورہ اور ''حضرت مقداد بن عمرو کندیؓ'' کے مشورے اور اس میں قوم موسیٰ علیہ السلام کے قول کے ساتھ اسی آیت کریمہ کی روایات مسند امام احمد بن حنبلؒ، صحیح ابن حبان اور صحیح بخاری کی سند پر نقل کی ہیں۔حضرت عتبہ بن عبید سلمی کی سند پر مروی حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی صحابہ کرام نے آیتِ کریمہ کا مذکورہ ٹکڑا پڑھا تھا اور حضرت مقداد جیسا جواب بھی دیا تھا:''... قال النبی ﷺ لأصحابه : أتقاتلون ؟ قالوا: نعم ، ولانقول کماقالت بنواسراء یل لموسیٰ:'' اِذھب أنت وربک فقاتلا إنا ھٰھنا قٰعدون''.إلخ(۷)

عہد جدید میں قابل قدر سیرت نگار اکرام ضیاء عمری جن کا دعویٰ ہے کہ ان کی سیرت صحیحہ صرف احادیث پر مشتمل ہے،ابن اسحاق سے صحیح سند پر اس مشاورت کی بحث نقل کی ہے۔اس میں حضرت مقداد بن عمرو کا مذکورہ بالا قول ان ہی سے منقول ہے۔(۸)

اردو سیرت نگاروں کا جلیل القدر طبقہ بھی اس حدیث مقدادؓ کو اپنی اپنی کتب میں ضرور نقل کرتا۔

مولانا شبلی نعمانیؒ رقمطراز ہیں:

''بخاری میں ہے کہ حضرت مقداد نے کہا کہ ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کرلڑیں، ہم لوگ آپ کے دائیں سے، بائیں سے، سامنے سے، پیچھے سے لڑے گے، ان کی اس تقریر سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ چمک اٹھا۔''(۹)

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ فرماتے ہیں:

''مقداد نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰ کی طرح: اِذهب أنت و ربّک فقٰتلا إنّاهٰهنا قٰعدُون کہہ دیں کہ ہم تو حضورؐ کے داہنے، بائیں، آگے، پیچھے قتال کے لئے حاضر ہیں۔''(۱۰)

مولانا عبدالرؤف داناپوریؒ کی عبارت ہے: ''حضرت مقدادؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں جنہوں نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ''اذهب أنت وربّک فقٰتلا إنّا هٰهُنا قٰعدون''۔ہم آپ کے غلام ہیں اورآپ کے داہنے، بائیں، آگے پیچھے ہر طرف نثار ہوجانے کے لیے تیار ہیں''۔(۱۱)

مولانا مرحوم نے حضرت مقدادؓ کے بارے میں حاشیہ میں یہ صراحت کی ہے: ''یعنی حضرت مقداد بن الاسود۔'' مگر مأخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے۔مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے حضرت مقداد بن اسودؓ کی جان نثارانہ تقریر'' کے عنوان کے تحت پہلے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے اور پھر بخاری کے الفاظ کا اختلاف نقل کیا ہے۔ان دونوں کے متون کے ساتھ ان کے اردو تراجم بھی ہیں۔متون یہ ہیں: '' امض لما أمرک الله (تعالیٰ)فنحن معک والله لانقول کماقالت بنوإسراء یل لموسیٰ : اذهب أنت وربک فقا تلا إنا هٰهنا قٰعدون ، ولکن اذهب أنت وربک فقاتلا إنامعکمامقاتلون''. یہ ابن اسحاق کی روایت کے الفاظ ہیں۔اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:'' ولکنانقاتل عن یمینک وعن شمالک وبین یدیک وخلفک''. (۱۲)

مولانا سیدابوالحسن علی ندویؒ کی عربی سیرت کے الفاظ ہیں: '' وقا ل له المقداد:لانقول لک کماقال قوم موسیٰ لموسیٰ :اذهب انت وربک فقا تلا انا هٰهنا قٰعدون '' ولکنا نقاتل عن یمنیک و عن شمالک ، ومن بین یدیک ومن خلفک''.(۱۳)

دوسرے عربی سیرت نگار مولانا صفی الرحمٰن المبارکپوری کی عبارت ہے: '' ثم قام المقدادبن عمرو

فقال: یارسول اللّٰہ! ﷺ ، امض لما أراک اللّٰہ فنحن معک واللّٰہ لانقول لک کما قالت بنواسراء یل لموسیٰ : اذھب أنت وربک فقٰتلا إنا ھٰھنا قٰعدون وولکن اذھب أنت وربک فقٰتلا إنا معکما مقاتلون " فوالذی بعثک بالحق لوسرت بنا إلیٰ برک الغماد لجالدنا معک من دونہ حتی تبلغہ."(۱۴)

ان مشہور ومعروف اور مستند ومعتبرا کابر سیرت کے علاوہ تمام دوسرے اردو سیرت نگاروں نے بھی اس حدیثِ حضرت مقدادؓ کا ذکر واضح وصریح طریقے سے کیا ہے خواہ وہ ان ہی کی طرح مفصل ہو یا کچھ مختصر ہو۔(۱۵)

حدیثِ مقدادؓ کا اصل نکتۂ بحث:

اطناب وتکرار کا الزام قبول ہے مگر تفصیل اس لئے دی گئی کہ اکابر کی عبارات ان کے الفاظ میں سامنے آجائیں۔ان تمام عبارتوں، روایتوں میں اور بیانوں میں قوم موسیٰ علیہ السلام کے نافرمان بیان کا حوالہ ہے اور وہ بھی سورہ مائدہ کے حوالے سے۔مرتبین بخاری نے باقاعدہ آیتِ کریمہ نقل کرکے اس کے آگے سورہ مائدہ: ۲۴ لکھ کر اس کی وضاحتِ کلی کردی ہے، اس میں پوری آیت نہیں ہے تاہم دوسری احادیث میں پوری آیت کریمہ بھی ہے جیسے بخاری کی حدیث نمبر ۴۶۰۹ میں ہے:"**فاذھب انت وربک فقٰتلاانا ھٰھنا قٰعدون**"۔اس میں اضافہ ہے:" **ولکن امض ونحن معک...**"(۱۶)

تمام عرب متقدمین نے اور ان کے پیرو عربی اردو سیرت نگاروں نے سورہ مائدہ کی آیت کریمہ ضرور نقل کی ہے۔اس باب میں ایک روایتی اور درایتی مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مقداد بن عمرو بہرانی قضاعیؓ کو اس کا علم کب اور کیسے ہوا تھا......؟ حضرت مقدادؓ مہاجر تھے اور مکہ سے مدینہ ہجرت کرکے پہونچے تھے اور وہ بھی غزوہ بدر سے ذرا قبل۔لہٰذا سوال یہ اٹھتا ہے کہ ان کو اس آیتِ کریمہ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی نافرمان قوم کا سلوک کیونکر معلوم ہوا تھا؟ یہ سوال اس لئے ہے کہ سورۂ مائدہ کے بارے میں مفسرین اور اسباب نزول کے ماہرین کا متفقہ بیان ہے کہ وہ سنہ ۶ ہجری کے اواخر یا سنہ ۷ ہجری کے اوائل میں نازل ہونے والی سورہ کریمہ ہے۔اور بقول مولانا مودودی وہ ایک ہی بار پوری کی پوری نازل ہوئی تھی اور وہ چند خطبات پر مشتمل ہے اور وہ سب کی سب باہم آمیز ہیں۔ان کی تقریر شانِ نزول کے کچھ اقتباسات درجِ ذیل ہیں:

"سورۃ کے مختلف مضامین سے ظاہر ہوتا ہے اور روایات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ صلح حدیبیہ کے

بعد سنہ ۶ہجری کے اواخر یا سنہ ۷ہجری کے اوائل میں نازل ہوئی ہے۔''

''بیان کے تسلسل سے غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ یہ پوری سورۃ ایک ہی خطبہ پر مشتمل ہے جو بیک وقت نازل ہوا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ متفرق طور پر اس کی بعض آیتیں بعد میں نازل ہوئی ہوں، اور مضمون کی مناسبت سے ان کو اس سورہ میں مختلف مقامات پر پیوست کر دیا گیا ہو، لیکن سلسلۂ بیان میں کہیں کوئی خفیف سا خلا بھی محسوس نہیں ہوتا جس سے یہ قیاس کیا جا سکے کہ یہ سورہ دو یا تین خطبوں کا مجموعہ ہے۔''

مولانا مرحوم نے اس کے بعد شانِ نزول سے مفصل بحث کی ہے۔ اور آخر میں اس کے تین بڑے بڑے مضامین بتائے ہیں۔ ان سے سرِ دست ہمیں بحث نہیں ہے۔ (۱۷)

ان تمام روایات اور بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ سورہ مائدہ غزوہ بدر کے چار سال بعد نازل ہوئی۔ اس کی بعض آیاتِ کریمہ اور بھی بعد میں نازل ہوئیں جیسا اور پر امکان ظاہر کیا گیا۔ اور جیسا بعض روایات ثابت بھی کرتی ہیں اور جیسا کہ آیتِ کریمہ:۳: الیوم اکملت لکم دینکم'' الخ کے بارے میں روایات و احادیث کا اصرار ہے کہ وہ حجتہ الوداع میں یوم عرفہ کو نازل ہوئی تھی۔ (۱۸)

بہر حال اس سورہ کریمہ کی کسی آیت مقدسہ کے سنہ ۶ہجری سے قبل نازل ہونے کا خیال ظاہر کیا گیا ہے اور نہ روایات دی گئی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت مقداد بن عمرو اسودؓ نے اس متاخر سورہ کی آیتِ کریمہ:۲۴ سے کیسے استشہاد کیا؟ یا رسول اکرم ﷺ کے سامنے اس کو کیونکر پڑھا؟ اور ان کو کیسے اور کیونکر معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے شہرِ مقدس پر جہاد کرنے اور اس میں داخل ہونے کے حکمِ الٰہی کے جواب میں یہ نافرمانی کا جواب اپنے رسول مکرم علیہ السلام کو دیا تھا۔ اس کا ایک واضح اور حتمی جواب یہ ہے کہ بہر حال صحابی جلیل کو سورۂ مائدہ سے اس نافرمانئ قوم موسیٰ علیہ السلام کا علم نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اس وقت تک نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ مشکل معاملہ اس آیتِ کریمہ کے غزوہ بدر سے قبل یا موقعہ پر پڑھنے کا ہے۔ اس کا نزول ہی نہیں ہوا تھا تو اسکی تلاوت کیونکر کی اور اس سے استشہاد کیسے کیا تھا......؟ اکابر مفسرین و محدثین اور ان کے عظیم شارحین نے اس پر کلام کیا ہے نہ سیرت و مغازی کے اکابر اماموں اور اسلام کے محققین کرام نے۔

ابن کثیر کی روایات و احادیثِ متعلقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد صحابہ کرام نے بھی اس آیتِ کریمہ کا حوالہ اپنے جواب مشاورت میں دیا تھا۔ (۱۹) یہی سوال ان کے بارے میں بھی کیا جاسکتا ہے کہ ان کو نزولِ آیت کریمہ سے قبل اس کا متن و معنی کیسے معلوم ہوا تھا۔ یا ان کی قومِ موسیٰ کے بارے میں معلومات کا مآخذ کیا تھا؟۔

روایت ابن کثیرؒ میں ''عام صحابہ'' کا ذکر ہے اوران میں سے حضرت مقداد بن عمرو کندیؓ کوخاص کیا گیا ہے دوسری احادیث کی بنا پر۔ مولانا ادریس کاندھلوی وغیرہ کی بحث سے یہ بہر حال واضح ہوتا ہے کہ ان عام صحابہ کرام کا تعلق انصار سے تھا؛ کیونکہ آغاز مشاورت میں اکابر مہاجرین میں سے حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ اور مقدادؓ کا مشورہ آچکا تھا اور رسول اکرم ﷺ انصار کے مشورہ کے منتظر تھے۔

قدیم سیرت نگاروں کے علاوہ جدید سیرت نگاروں نے بھی حضرت مقداد کو مہاجرین میں شمار کیا ہے بالخصوص اکرم ضیاء عمری نے۔ بلاذری کی روایات میں دومواقع کا ذکر اگرچہ ہمارے مسئلہ بحث سے زیادہ متعلق نہیں ہے تاہم وہ اس کا ایک اختلاف رواۃ بیان کرتا ہے۔اس پر بحث آگے آتی ہے۔

غزوہ بدر میں مجلس مشاورت کے مواقع:

بخاری کی حدیث نمبر ۳۹۵۲ کے مطابق حضرت مقداد بن الاسودؓ نے رسول اکرم ﷺ سے یہ بات اس وقت کہی تھی جب آپ ﷺ مشرکین پر بددعاء کررہے تھے: '' أتي النبي ﷺ وهو يدعو على المشركين''.

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صفراء نامی مقام پر پہنچنے کے بعد صحابہ کرام سے مشاورت کی تھی۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے مطابق اس حدیث بخاری کا وقوع اسی موقعہ ومقام پر ہوا جیسا کہ اپنی شرح میں لکھا ہے۔ ابن اسحاق، ابن سیدالناس وغیرہ کی روایات میں وادی زفران پر مجلس مشاورت کا انعقاد بتایا گیا ہے جس کا ذکر بعض نے نہیں کیا ہے۔ روایات کے اختلاف کے باوجود حضرات سعدین (سعد بن معاذؓ یا سعد بن عبادہؓ) میں سے کسی ایک نے بھی یہی بات کہی تھی۔ جب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ سے ایک دن یا دودنوں کی مسافت قطع کرکے ایک منزل پر قیام فرماچکے تھے۔ حافظ موصوف نے حضرت سعد بن عبادہؓ کے غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے پر اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا اور ابن معاذ کو مراد لیا ہے۔ لیکن دومقامات پر مشورے کے امکان کی بات کہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دوبار مشورہ کیا: اوّل بار مدینہ منورہ میں جب کاروانِ ابی سفیان کی خبر پہنچی تھی، اور دوسری بار مدینہ سے نکلنے کے بعد جیسا کہ حدیث الباب میں ہے۔ (۲۰)

سیرۃ المصطفیٰ کے حاشیہ میں ابن اسحاق کے مقام صفراء اور صحیح بخاری اور نسائی کے بیان کردہ مقام بدر کی روایات میں تطبیق دی گئی ہے کہ ''اوّل حضرت مقدادؓ نے یہ تقریر صفراء میں آپ کے جواب میں کی، اور بعد ازاں مختلف مقامات پر بطور استلذاذ یعنی لذت حاصل کرنے کے لیے ان جان نثارانہ اور مخلصانہ کلمات کو بار بار دہراتے

رہے۔(۲۱)

مولانا کاندھلوی نے ''اصحاب رسول ﷺ'' کے مدینہ سے ایک دو دن کی مسافت پر قیام کے موقعہ پر بھی اس جواب کا ذکر کیا ہے ۔ لہذا ''استلذاذ'' کا لطیفہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے علاوہ دوسرے مسائل اور معاملات اس مقام سے متعلق ہیں نہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اور دوسرے شارحینِ تطبیق نے یہ وضاحت کی ہے کہ'' حدیث الباب'' میں مجلس مشاورت کا ذکر نہیں اس میں مشرکوں پر بددعاء کرنے کا بیان ہے۔اس کی وضاحت مشاورت ومشورہ سے کرنا بہت منطقی نہیں لگتا۔ بلاذری نے جس روایت کو صحیح موقعہ قرار دیا ہے وہ البتہ کافی منطقی لگتی ہے کہ حضرت مقدادؓ نے جنگ وقتال کی تیاری کے وقت یہ بات کہی تھی اور بخاری کی حدیث کے فقرہ/جملہ: ''یدعوعلی المشرکین'' سے ہم آہنگ بھی معلوم ہوتی ہے۔ بلاذری نے مشورہ کے وقت اس مقالۂ حضرت مقدادؓ کی روایت کو ضعیف کیوں قرار دیا معلوم نہیں ہوسکا۔

صلح حدیبیہ کا موقعِ مشاورت:

متعدد مفسرین ومحدثین اور بعض سیرت نگاروں نے بھی اس آیت کریمہ سے استشہاد کا ایک اور موقع مقام اور زمانہ بیان کیا ہے۔ ان میں حضرت مقداد بن اسودؓ تو شامل ہی ہیں، بعض دوسرے صحابہ کرام بالخصوص حضرت سعد بن عبادہ خزرجی اور حضرت سعد بن معاذ اوسیؓ بھی شامل ہیں اور بعض دوسروں کی شمولیت کا امکان بھی ہے ان روایات واحادیث کا ایک مختصر تجزیہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے حدیث الباب کی اپنی شرح کے اواخر میں لکھا ہے کہ طبرانی کی روایت میں آیا ہے کہ یہ جواب حضرت سعد بن عبادہؓ نے حدیبیہ میں دیا تھا:" **ووقع عند الطبرانی أنّ سعد بن عبادة قال ذلک بالحدیبیة.**" حافظ موصوف نے مزید تفصیل نہیں دی مگر اپنے تبصرہ میں اس کو صواب کے قرین بتایا ہے : "وھذا أولیٰ بالصواب".

حافظ ابن کثیر نے شرحِ آیت کریمہ کے اواخر میں امام بخاری کی ایک دوسری روایت اور امام ابن جریر کی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے دن صحابہ کرام سے اس وقت مشورہ کیا جب مشرکوں نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا تھا:'' میں قربانی کے جانوروں کے ساتھ جاؤں گا اور ان کو بیت اللہ کے پاس قربان کروں گا''۔تب حضرت مقداد بن الاسود نے عرض کیا تھا کہ ہم

بنو اسرائیل کے اس گروہ کی مانند نہیں ہیں جنہوں نے اپنے نبی سے کہا تھا: اذهب انت وربک فقتلا انا ھٰھنا قٰعدون. الخ دوسرے صحابہ کرام نے یہ سن کران کی موافقت کی تھی۔ حافظ ابن کثیر کا تبصرہ معنی خیز ہے: یہ حدیبیہ کے دن کی اگر محفوظ روایت ہے تو اس کا احتمال ہے کہ حضرت صحابیؓ نے غزوہ بدر کی مانند اس دن اپنے مقالہ کی تکرار کی ہو: "وهذا ان كان محفوظا يوم الحديبية فيحتمل أنّه كرر هذه المقالة يومئذ كما قاله يوم بدر." حافظ ابن حجرؒ کے تبصرہ سے اس کا موازنہ بھی خاصا دلچسپ ہے۔ ان میں سے اوّل الذکر مقام حدیبیہ کو صواب کے قرین ترین بتاتے ہیں اور موخرالذکر پہلے روایت پر شبہ کرتے ہیں اور پھر اسے تکرار قرار دیتے ہیں۔ (۲۲)

تنقیدی تجزیہ:

مختلف احادیث وروایات کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے موقعہ پر کئی بار مشاورت کی۔ اولین موقعہ وہ تھا جب رسولِ اکرم ﷺ کو شام سے کاروانِ قریش کی واپسی کی خبر مدینہ میں ملی اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ سب نے جان نثاری کا اظہار کیا اور حضرت مقداد بن اسودؓ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی مانند آپ ﷺ کو تنہا نہ چھوڑنے کا عزم بتایا اور ہر طرح سے قتال و جہاد کا اظہار کرتے ہوئے سورۂ مائدہ: ۲۴ کی تلاوت کی۔ دوسرا موقعہ مجلس مشاورت کا وہ تھا جب کاروان قریش کے نکل جانے کی خبر ملی اور اس کی بجائے لشکرِ مکہ سے مقابلہ کا قوی خطرہ درپیش ہوا۔ یہ مقام صفراء کا تھا جو مدینہ منورہ سے ایک یا دو دن کی مسافت پر جنوب میں واقع ہے۔ بعض دیگر روایات کے مطابق یہ وادی زفران کا موقعہ ومقام تھا جو مدینہ منورہ سے کافی مسافت پر واقع تھی اور خاص منزل تھی۔ حضرت مقدادؓ نے اور بعض دوسرے اصحاب کرام نے بھی قوم موسیٰ کی مانند بزدلی دکھانے کے بجائے قوی عزم اور موزوں دفاع وقتال کا اظہار کیا اور آیت مذکورہ کا متعلقہ حصّہ بھی پڑھا۔ شارحین نے ان دونوں مواقع پر تطبیق دی ہے کہ دو دو بار مشاورت کی گئی اور دونوں بار حضرت مقدادؓ نے بالخصوص اور دوسرے اصحاب نے بالعموم عزم بالجزم کا اظہار کرتے ہوئے آیت پڑھی۔ اس پوری بحث میں بعض مسائل و امور ہیں جن پر بحث نہیں کی گئی ہے اور وہ تنقیدی مطالعہ کے طالب ہیں۔

۱۔ مدینہ منورہ کے اندر اوّلین مجلس مشاورت میں قتال اور جان جانے کا اتنا خطرہ نہ تھا کہ وہ صرف ایک کاروانِ تجارت کو روکنے جا رہے تھے اور جس کے ساتھ محافظوں کا بڑا دستہ نہ تھا۔ لہذا ان سے مڈبھیڑ جان جوکھم کا موقع بھی نہ تھا۔ لہذا حضرت مقدادؓ کا قومِ موسیٰ کا حوالہ اور آیتِ کریمہ کا حوالہ بے موقع لگتا ہے اور غیر منطقی بھی

بعض روایات سے اسکی تردید بھی ہوتی ہے۔اس موقعہ اولین کی تلاش تطبیق کے ماہرین کرام نے کی ہے۔

شہر مقدس سے نکل آنے اور ایک دودن کی مسافت کے قطع کرنے کے بعد کا موقعہ اس مشاورت کا اصل موقعہ معلوم ہوتا ہے۔ جب کاروانِ قریش نکل گیا تھا اور اب رسول اکرم ﷺ کو اور صحابہ کرام کو لشکر مکّہ کا سامنا تھا۔

قرآن مجید کی سورۃ انفال : کی آیات نمبر ۵۔۸ سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے۔کیونکہ مدینہ/گھر سے نکلنے کے بعد ہی بعض گروہوں کو موت سامنے دکھائی دینے لگی تھی کیونکہ کیونکہ اب بلا کانٹے والے کاروان قریش کی جگہ کیل کانٹے سے رئیس لشکرِ جرار سے مقابلہ درپیش تھا۔

اصحاب سیر اوران کے امام ابن اسحاق کے مطابق یہ مقام زفران نامی تھا۔اسکی دوسرے اہل سیر نے بھی تائید کی ہے۔ابن ہشام کی روایت میں بھی وادی زفران ہی ہے۔۔بلکہ وضاحت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صفراء کو اپنے بائیں جانب چھوڑ دیا تھا۔ابن اسحاق کی ہی روایت کے حوالہ سے ابن سیدالناس وغیرہ نے اس مقام مشاورت کا نام وادی زفران لکھا ہے۔جن متاخرین اہل سیر نے مقام صفراء کو مقام مشاورت قرار دیا ہے جیسے مولانا ادریس کاندھلوی وغیرہ ،انہوں نے روایت، ابن اسحاق کو غلط نقل کیا ہے۔ یاقوت حموی نے زفران کے بارے میں لکھا ہے:" واد قرب وادی الصفراء" اورابن اسحاق کے مذکورہ بالا مقام کی روایت سیرت نبوی اور بدر کے غزوہ کے لئے مسیر نبوی سے نقل کی ہے۔(۲۳)

اس کا بھی امکان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے لئے میدان بدر میں خیمہ زن ہونے کے بعد پھر مشاورت کی ہو۔ حدیث الباب[حدیث ِ بخاری : ۳۹۵۲]میں واقع فقرہ / جملہ:"یدعو علی المشرکین."اسکی طرف اشارہ کرتا ہے اور پوری حدیث حضرت مقدادؓ کا دروبست بھی یہی بتاتا ہے۔بعض دیگر روایاتِ حدیث وسیرت میں اصحابِ رسول ﷺ کے یک زبان ہوکر اس" مقالہ"اور آیت کریمہ کا اظہار وتلاوت وبیان بھی اسی موقعہ کی شہادت دیتا ہے۔

آیت کریمہ:۲۴ کے دوسرے غزوہ یعنی صلح حدیبیہ کے موقعہ پر پڑھے جانے کا معاملہ سرِ دست بحث سے خارج ہے۔ایک تو اس پر محدثین کا شبہ ہے، دوسرے قائلین کا اختلاف ہے۔اور تیسرے سوائے ایک آدھ کے دوسرے ائمہٗ حدیث نے اس کا ذکرنہیں کیا۔سیرت نگاروں نے بالعموم حدیبیہ کے عمرہ کے دوران رسول اکرم ﷺ کے بیت اللہ کے پاس قربانی کرنے کے عزم کا طبرانی کا جملہ لکھا ہے اور نہ ہی حضرت مقدادؓ کے مقالہ مذکورہ بالا کا کوئی حوالہ اپنی کتب میں دیا ہے بقول امام ابن کثیر اگراس روایت کو بالفرض صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس پر بھی وہی

اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نزول سورہ سے قبل حضرت مقداد کو آیت کریمہ کا علم کیسے ہوا۔ بقول حافظ ابن حجر یہ اولی بالصواب اسی صورت میں ہوگا جب صلح حدیبیہ سے قبل نزولِ سورہ مائدہ کو تسلیم کرلیا جائے۔

سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ سورہ مائدہ: ۲۴ کا متن حضرت مقداد اور دوسرے صحابہ کرام نے غزوہ بدر میں کیونکر پڑھا اور قوم موسیٰ کا حوالہ کیسے اور کس ماخذ کی بنا پر دیا۔ یہ اہم ترین مسئلہ اور اس بحث کا نکتہ عالی ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں: اوّل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے طرزِ عمل کے بارے میں حضرت مقداد اور دیگر صحابہ کرام کی معلومات دوسرے سورہ مائدہ: ۲۴ کی عبارت پڑھنے کا معاملہ۔ ان دونوں کی الگ الگ جہات ہیں اور ان کا امکانی جائزہ الگ الگ پیش کیا جاتا ہے اور آغاز سورہ مائدہ: ۲۴ کے مذکورہ متن سے کیا جاتا ہے۔

یہ حتمی اور قطعی ہے کہ صحابہ کرام کو بالعموم اور حضرت مقداد کو بالخصوص سورہ مائدہ: ۲۴ سے اس کا علم نہیں ہو اتھا۔ مفسرین و ماہرین کا اجماعی فیصلہ ہے کہ سورہ مائدہ ۶/۷ ہجری سے قبل نہیں اتری تھی اور جب اتری تو کل اتری تھی صرف ایک آیتِ کریمہ کا حصہ : "اليوم أكملت لكم دينكم. "الخ بعد میں ۱۰ ہجری میں حجتہ الوداع کے یوم عرفہ کو نازل ہوا تھا۔ غزوہ بدر تک بلکہ اس کے چار سال بعد تک صحابہ کرام کی معلومات کا ذریعہ یہ سورہ کریمہ ہرگز نہیں تھی۔ لہذا اس کی تین امکانی توجیہات ہوسکتی ہیں:

اول: صحابہ کرام اور حضرت مقداد نے بطورِ خاص رسول اکرم ﷺ سے جو بات کہی تھی وہ اسی آیت کریمہ سے ملتی جلتی عبارت میں تھی۔ وہ منزل آیت کریمہ نہیں تھی۔

دوم: قوم موسیٰ کے طرز عمل کے برعکس مومنانہ جواب دیتے وقت بطور تمثیل آیتِ کریمہ کا یہ حصہ بیان کیا ہو لیکن اس کا امکان کم ہے۔ ویسے صحابہ کرام اور بنفس نفیس رسول اکرم ﷺ کسی معاملہ اور مسئلہ میں اسی مفہوم کی آیت کریمہ پڑھ دیا کرتے تھے جس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہی واقعہ یا معاملہ اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول تھا۔ اسباب النزول کی روایات میں اور بعض دوسرے ابواب میں بھی ایسے امتثال کی مثالیں بہت ملتی ہیں۔ مگر ایسی آیات سے امتثال ہمیشہ نزول کے بعد واقعات کے ضمن میں ہوتا تھا۔ نزول آیات سے قبل ان سے امتثال کا معاملہ ممکن ہی نہیں۔

سوم حضرت مقدادؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو اس واقعہ کا علم تورات کے عربی نسخوں سے ہوا تھا۔ اس میں قومِ موسیٰ کے طرزِ عمل سے متعلق آیت تورات اسی عبارت کی رہی ہو اس کا امکان زیادہ قوی ہے کیونکہ قرآن مجید کے اپنے عمومی بیانات کے مطابق وہ سابقہ صحف بالخصوص تورات کی تصدیق و تائید کرتا ہے اور خاص واقعہ یہ ہے کہ بعض

آیاتِ کریمہ تورات وانجیل زبور اور دیگر صحفِ سماویہ میں مشترک تھیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملکہ سبا کے نام نامہ گرامی میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم (بسملہ)'' کے ثبت کیے جانے کا واقعہ ہے ان کے علاوہ بھی متعدد دوسری آیات کریمہ زبان و بیان / عبارت میں مشترک ہوسکتی تھیں اور واقعتاً تھیں بھی۔ یہاں یہ اعتراض نہ اٹھایا جانا چاہیے کہ صحف سابقہ عبرانی یا غیر عربی زبانوں میں تھیں لہذا ان کی عبارت مختلف تھی۔ مدینہ منورہ کے حوالے اور اس کے سماجی و دینی پس منظر میں یہ واقعہ ثابت ہے کہ کم از کم تورات کے عربی نسخے بھی تھے اور وہ یہود ہی میں نہیں مسلمان علماء میں بھی متداول تھے۔ ممکن ہے کہ سورہ مائدہ :۲۴ کی عبارت اس میں بھی موجود رہی ہو۔ یہی سب سے زیادہ قرینِ قیاس توجیہ معلوم ہوتی ہے۔

مولانا مودودی نے شرح آیت کریمہ میں اس قصے کی تفصیلات بائبل کی کتاب گنتی ، استثناء اور یشوع'' میں ملنے کا ذکر کر کے اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے صرف گنتی کے ابواب اور ان کی آیت نقل کی ہیں۔ ان میں بہت سی تفصیل ضرور ہے مگر قرآنی تعبیر والا ایک بھی جملہ نہیں ہے۔ بلکہ خاص اس آیتِ کریمہ کے باب میں کم از کم دریابادی نے کوئی آیتِ تورات یا باب و کتاب کا حوالہ ہی نہیں دیا ہے۔ لہذا ابھی تک یہ تحقیق طلب معاملہ ہے۔ عربی تورات تو فی الوقت دستیاب نہیں، اردو انگریزی کی عبارتوں سے پتہ چلانا دشوار ہے۔ (۲۴)

استفسار واستصوابِ نبوی کے جواب میں حضرت مقدادؓ اور دیگر صحابہ کرام کے بیان میں(سورہ مائدہ:۲۴) کے در آنے کی ایک اور توجیہ بھی کی جاسکتی ہے مگر وہ روایت حدیث کے معاملے میں بعض نئے مسائل کھڑے کر دیتی ہے۔ چوتھی توجیہ یہ کہ حضرت مقدادؓ وغیرہ صحابہ کرام نے اپنے جواب میں قوم موسیٰ کے طرزِ عمل کے بارے میں جو کچھ بھی کہا ہو مگر غزوہ بدر کے چار سال بعد سورہ مائدہ:۲۴ کے نزول بعد اپنی بات میں اس آیتِ کریمہ کو شامل کر دیا ہو اور پھر جب کبھی اس واقعہ بدر اور اسکی مشاورت کی روایت انہوں نے کی ہو تو اس میں آیتِ کریمہ شامل کردی ہو صحابہ کے علاوہ بعد کے راویوں کے اس آیت کریمہ کے متنِ حدیث میں شامل کرنے کا قطعی امکان نہیں ہے۔ یہ قطعی ہے۔ حضرت مقدادؓ اسے شامل کرسکتے تھے اور ان کے شامل کردہ متن کو ہی ان سے حضرت ابن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے حدیثِ بخاری کے مطابق اخذ کیا تھا اور حضرت ابن مسعودؓ سے ان کے پیڑھی در پیڑھی دوسرے رُواۃ نے۔

اس توجیہ چہارم کا امکان تو بہر حال ہے اور وہ خاصی جاندار اور قابلِ یقین بھی لگتی ہے مگر اس کے خلاف

شواہد بھی ہیں۔ تمام محدثین واہل سیر متفق ہیں کہ حضرت مقداد اور بعض دوسرے صحابہ کرام نے یہی عبارتِ آیت غزوہ بدر کے موقعہ پر مشاورت میں پڑھی تھی۔ شارحین میں سے کسی نے بھی یہ امکان نہیں بتایا ہے کہ اس جواب میں امتثال کا بھی کوئی پہلو تھا۔ حضرت مقدادؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کا جواب قطعی تھا اور اسی عبارت آیت کے ساتھ تھا۔ حضرت مقدادؓ کے جواب کے بعد بعض انصاری صحابہ کرام کو خیال ہوا تھا کہ کاش ایسی ہی قطعیت کے ساتھ اور اسی عبارت میں ان کی طرف سے بھی جواب پیش کیا جائے اور پھر ان کے نمائندہ صحابہ کرام یا مشیرانِ عظام نے اسی کا تتابع کیا تو وہ مطمئن ہو گئے تھے اور رسول اکرم ﷺ فرطِ مسرت اور فرط افتخار سے جھوم اٹھے تھے کہ آپ ﷺ کی امتِ اسلامی قوم موسیٰ کی مانند نہیں تھی۔ اگر اس چوتھی توجیہ کو تسلیم کر لیا جائے تو صحابہ کرام کی روایت حدیث پر حرف آتا ہے کہ وہ بعد کی باتیں اپنے پہلے بیانات میں شامل کر دیتے تھے۔ یہ پہلو روایت و درایت حدیث دونوں کے لحاظ سے اہم ہے مگر اس میں خطرات زیادہ ہیں۔

قومِ موسیٰ کے طرز عمل کے بارے میں حضرت مقدادؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی معلومات کا ماخذ یہودی علماء سے ربط و ضبط تھا۔ مکہ مکرمہ کے قیام نبوی کے زمانے میں دشمنانِ دین وعقل نے رسول اکرم ﷺ کو زچ کرنے اور اعتراض کرنے کی خاطر اپنے خاص سفیروں اور علماء کے ذریعہ ان ہی یہودی علماء سے ایسے اعتراضات درآمد کرنے کی عالمی پالیسی اپنائی تھی پھر مکہ و مدینہ کے قدیم اور مسلسل روابط نے عربوں کو بالعموم اور مکہ مکرمہ کے باسیوں کو بالخصوص بہت کچھ آگاہی بخشی تھی حضرات صحابہ کرام بالخصوص انصار تو ان کے ہی درمیان مدتوں سے رہتے بستے آئے تھے لہذا وہ ان کے دین و معاشرہ سے خوب واقف تھے اور ان کی روایات اور تورات کی تعلیمات سے بھی کافی آگاہ ہو چکے تھے خاص کر ان کے علماء کا طبقہ۔ حضرت مقدادؓ اور دوسرے مہاجرین نے غزوہ بدر کے قبل لگ بھگ دوسال کا عرصہ ان یہودیوں کے درمیان گذارا تھا۔ لہذا ان کی معلومات کا سب سے معتبر ذریعہ یہی تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن سلام قینقاعیؓ جیسے حبر الیہود و عالم نے روزِ ہجرت ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور ان جیسے علماء یہود سے صحابہ کرام کو تورات کی تعلیمات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آسمانی و تاریخی تعلیمات اور ان کی قوم کے طبقات و افراد کی تاریخ و طرز عمل کا ماخذ و مرجع بننا قدرتی تھا۔

ان تمام مباحث و جہات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مقدادؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے جواب میں سورہ مائدہ کی عبارت کا در آنا اور قومِ موسیٰ کے طرز عمل کا حوالہ دینا بنیادی طور سے یہودی تعلیمات اور تورات کی آیات کریمہ سے واقفیت کا نتیجہ تھا۔ جوابِ صحابہ کرام میں سورہ مائدہ ۲۴ کی عبارت کا من وعن شامل ہونا اب بھی قابل بحث

ہے۔تاہم یہ توجیہ دل کو لگتی ہے کہ آیت قرآنی کے مماثل آیت تورات کی عربی عبارت رہی تھی اور اسی کو صحابہ کرام نے نقل کر دیا ہو جو سورہ مائدہ:۲۴ کی آیت کریمہ بھی تھی اور بعد کے راویوں نے یا خود راوی صحابہ کرام نے اسے قرآنی آیت کے بطور نقل کیا۔ یہ سارا تجزیہ اس صورت میں قابل قبول ہے جب حضرت مقدادؓ کے مقالہ کی روایات بخاری واحمد وابن اسحاق کو قبول کر لیا جائے اور بظاہر ان عظیم محدثین وائمہ سیرت کی شہادتوں اور روایتوں کے بعد ان کو قبول کرنا آسان اور مسترد کرنا دشوار ہے۔ حدیث وسیرت کے دو قدیم ترین مآخذ کا معاملہ مذکورہ بالا اکابر وامہات کتب سے قطعی مختلف نظر آتا ہے۔تاریخ وسیرت کے امام ابن سعد نے حضرت مقدادؓ بن عمرو البہرانی کے مشورہ ومقالہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے عرض کیا تھا: ''**والذی بعثک بالحق ، لوسرت بنا الیٰ برک الغماد لسرنا معک حتی ننتھی الیہ.**''۔یہ کل مشورہ حضرت مقداد ہے اس میں قوم موسیٰ کے طرز عمل کا ذکر ہے اور نہ سورہ مائدہ:۲۴ کا حوالہ۔ یہ خاصا اہم معاملہ ہے۔

ابن سعد کی الطبقات الکبریٰ میں بہر حال بخاری کی مماثل روایت موجود ہے جس میں قوم موسیٰ اور ان کے مقالہ / آیت کریمہ کا ذکر ہے۔(۲۵)

اسی طرح کتب حدیث میں مسلم میں حضرت مقدادؓ کے اس مقالہ اور قوم موسیٰ کے حوالہ اور سورہ مائدہ کا ذکر نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے امام بخاری کی روایت نقل کر کے خاص طور سے وضاحت کی ہے کہ امام بخاری اس باب میں منفرد ہیں اور مسلم ان کے ساتھ متفق نہیں ہیں۔

بعض متاخر محدثین واہل سیر نے بھی حضرت مقدادؓ کے اس مقالہ اور سورہ مائدہ کے حوالہ سے گریز کیا ہے۔ان میں امام ابن حزم (علی بن احمد ،م۴۵۶ھ) شامل ہیں جو مشورہ عام کا بہت مختصر ذکر اپنی کتاب سیرت میں کرتے ہیں(۲۶)

اس سے قبل زفران میں نزول کا ذکر بھی ہے اور حضرت سعد بن معاذؓ کے مشورہ کا بھی ہے جس میں انھوں نے عرض کیا تھا کہ اگر آپ ہمیں اس سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم کود پڑیں گے لہذا یا رسول اللہ ﷺ برکت الٰہی کے ساتھ روانگی فرمائیے: ''**لو استعرضت هذا البحر بنا لخضناه معک .**'' الخ

مفسرین کرام میں امام رازی (فخر الدین ،م ۶۰۶ھ) نے حضرت مقدادؓ کے کی طرف اس قول کو منسوب نہیں کیا ہے۔(۲۷)

حوالہ جات وحواشی

۱- بخاری ، کتاب المغازی ،باب قول اللہ تعالیٰ: " اذتستغیثون ربکم ...الخ ، نیز ابن حجر عسقلانی :فتح الباری، مکتبہ دار السلام ریاض، ۱۹۹۷ء، ۳۵۸/۷۔ ۳۶ وما بعد، نیز حدیث ۳۹۵۲ کا ایک طرف حدیث نمبر ۴۶۰۹ میں بھی ہے اور دیگر کتب حدیث میں بھی ہے۔ مسعود احمد، صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین ، ادارہ اشاعت دینیات (پرائیویٹ) لمیٹڈ نئی دہلی ۲۰۰۷ء ، ۲۳۵/۱

۲- یہ اصابہ ابن حجر نمبر ۸۱۸۵ اور ابن اثیر کی اسد الغابہ ۴۰۹/۴ وما بعد کا بیان ہے۔

۳- مسعود احمد: صحیح تاریخ الاسلام ،۴۲۹/۲۔۴۳۰

۴- مغازی عرۃ بن الزبیر، مرتبہ محمد مصطفیٰ اعظمی ، ۱۳۶

۵- السیرۃ النبویۃ ،مطبعہ مصطفیٰ البابی مصر ، ۱۹۵۵ء ، القسم الأول ، ۶۱۵ الطبقات الکبریٰ ، دار صادر بیروت، ۱۹۵۷ء، ۱۴/۲، نیز واقدی: کتاب المغازی، آکسفورڈ پریس ،۱۹۶۶ء، ۴۸/۱ میں ہے۔

۶- ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، دار صادر بیروت ۱۹۶۵ء، ۱۲۰/۲، نیز ابن کثیر ، البدایہ والنھایہ ، مطبعۃ السعادۃ قاہرہ ۱۹۳۲ء ،۳/ ۲۶۲، نیز ابن سید الناس : عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر ،مؤسسۃ عزالدین بیروت ،۱۹۸۶ء، ۳۲۷/۱، نیز ملاحظہ ہو: بلاذری ،أنساب الأشراف، دار المعارف ،مصر ۱۹۵۹ء، ۲۹۳/۱ وما بعد نے دو مواقع بیان کئے ہیں: اول صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت مقدادؓ نے یہ مقالہ مسلمانوں کی جنگ کی تیاری کے وقت کہا تھا اور ضعیف روایت یہ ہے کہ بدر کی طرف مسلمانوں کے خروج کا حکم نبوی ملنے کے بعد عرض کیا تھا۔ ۲۳۵/۱

۷- تفسیر القرآن ،۳۸/۲۔۳۹، نیز بخاری کتاب التفسیر سورۃ المائدۃ، حدیث نمبر ۴۶۰۹ میں بھی غزوہ بدر میں ہی حضرت مقداد کے اس مقولہ کا مقام بتایا گیا ہے: قال المقداد یوم بدر الخ ، فتح الباری ۳۴۵/۸۔۳۴۶۔ متعدد دوسرے مفسرین نے بھی اس مقالۂ حضرت مقداد کا حوالہ اپنی اپنی تفاسیر میں دیا ہے، جیسے، محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) طبری ، جامع البیان میں تاویل آی القرآن تفسیر الطبری ، داراحیاء الثراث العربی بیروت ۲۰۰۱، ۲۱۶/۵ : ۔بدر اور حدیبیہ دونوں واقع پر حضرت مقدادؓ نے اس قول کی دو روایات دی ہیں۔

۸- السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ ،۳۵۴ وما قبل

۹- سیرۃ النبی ،اعظم گڑھ، مطبعہ معارف ۱۹۸۳ء ۳۱۶/۱

۱۰- رحمۃ للعالمین ،اعتقاد پبلشنگ ہاؤس ، دہلی ،۱۹۸۰ء، ۱۰۳/۱۔۱۰۴ بحوالہ زاد المعاد ۳۳۷، ترجمہ، آیت یہ ہے: جا تو اور تیرا خدا دونوں لڑو، ہم تو یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ (حاشیہ نمبر ا)

۱۱- اصح السیر ،کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، طبع جدید، غیر مورخہ، ۸۶

۱۲- سیرۃ المصطفیٰ ، دار الکتاب دیوبند غیر مورخہ ۶۲/۲ بحوالہ بخاری وابن اسحاق ، زرقانی ، وسیرۃ ابن ہشام حاشیہ نمبر ا میں مواقع

تقریر کے اختلاف پر مولانا موصوف کی بحث ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

۱۳- السیرۃ النبویۃ، دارالشروق جدہ، طبع ہشتم ۱۹۸۹، ۲۱۷ حاشیہ نمبرا: زاد المعادج ا،ص ۳۴۲-۳۴۳ وسیرۃ ابن ہشام، ج ا،ص ۶۱۴ **ورواہ البخاری مختصرًا فی باب قولہ تعالیٰ: اذتستغیثون ربکم ...و مسلم فی باب غزوۃ بدر**

۱۴- الرحیق المختوم، دارالمؤید، جدہ، ۱۹۹۷ء ۲۰۹ بلا حوالہ ماخذ !اردو ترجمہ مجلس علمی علی گڑھ ۱۹۸۸ء، ۳۲۳-۳۲۴ اس اردو ترجمہ میں بھی اس روایت کے کسی ماخذ کا حوالہ نہیں ہے۔

۱۵- شاہ محمد جعفر پھلواری، پیغمبر انسانیت ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۰ء ۲۱۸ مقام مشاورت زفران ہے) ابوالحسن علی ندوی ،سیرت رسول اکرم ﷺ، سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی، ۱۹۹۸، ۱۲۶ بحوالہ بخاری، کتاب المغازی الخ

۱۶- بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المائدہ باب:" فاذهب انت وربك فقتلانا ههنا قعدون".[المائدہ: ۲۴، امام موصوف نے اس کا باب ہی آیت کریمہ پر باندھا ہے: اس پر فتح الباری، ۳۴۵/۸-۳۴۶ میں کچھ بحث ہے۔ تمام دوسرے سیرت نگاروں نے اس آیت کریمہ کا متعلقہ حصہ ضرور نقل کیا ہے اور سورۃ مائدہ ۲۴ کی صراحت بھی کی ہے۔ (یہ بات تکلیف دہ ہے کہ متعدد اہل سیر اور محدثین کرام نے بھی آیت کریمہ کے نقل کرنے میں بسا اوقات رسم عثمانی کی پابندی نہیں کی ہے)

۱۷- تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی مارچ ۱۹۸۴ء، ۴۳۴/۱-۴۳۶، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، داراحیاء الکتب العربیہ قاہرہ غیر مورخہ ۲/۲ و مابعد "نزلت علیہ المائدہ لکھا۔ متعدد روایات میں یہ بیان ہے کہ پوری سورہ مائدہ سفر کے دوران ایک بار نازل ہوئی۔ یہ سفر غزوہ خیبر کا بتایا گیا ہے روایات میں۔

۱۸- حدیث بخاری: ۴۶۰۶، فتح الباری ۸/ ۳۴۱-۳۴۳، ابن کثیر، تفسیر، ۱۲/۲-۱۴

۱۹- ابن کثیر، تفسیر، ۳۶/۲-۴۱

۲۰- فتح الباری ۳۵۹/۷-۳۶۰

۲۱- ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، ۶۲/۲-۶۳ و مابعد، حاشیہ نمبرا۔

۲۲- فتح الباری، ۳۶۰/۷ تفسیر ابن کثیر: ۳۹/۲) بالعموم سیرت نگاروں نے اور محدثین نے بھی صلح حدیبیہ کے بیان میں اس روایت طبرانی کا ذکر کیا ہے نہ اس سے استشہاد۔ لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں معلوم ہوتی۔

۲۳- معجم البلدان، دار صادر بیروت ۱۹۵۷ء ۶/۳ ب

۲۴- تفہیم القرآن، ۴۶۰/۱-۴۶۱)؛ تفسیر قرآن (تفسیر ماجدی، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنو، ۱۹۹۵ء ۸۸۷/۱-۸۸۹ بالخصوص حاشیہ نمبر ۱۰۰

۲۵- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت ۱۹۵۷ء، ۱۴/۲، نیز ۱۶۲/۳

۲۶- جوامع السیرۃ، دارالمعارف مصر، غیر مورخہ، ۱۰۹

۲۷- رازی، التفسیر الکبیر، داراحیاء التراث العربی ۱۹۹۵ء، ۳۳۴/۴

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆